

امام جعفر صادق علیہ السلام کی فرمائشات

<?xml encoding="UTF-8?">

بنی نوع انسان، انسان کی سعادت اور نیک بختی کے فقط قرآن اور اہل بیت ہی ضامن ہیں اور ان دو گرانقدر چیزوں کے بغیر انسان کی کامیابی اور کامرانی محال ہے۔ اگر انسان دینا و آخرت کا خواہاں ہے تو اس کو چاہئے کہ ان دوسے متمسک رکھے۔

عظیم مفکر، عارف اور فیلسوف صدر المتالہین فرماتے ہیں کہ معارف الہی اور سعادت عظمیٰ اور رسول اکرم اور ان کے اہل بیت کی تعالیم کے علاوہ جو کہ حجج الہی، معدن رحمت اور محال برکات خدائے متعال ہیں اور کہیں نہیں مل سکتی اور نہ ہی ملنے کا امکان ہے 1

الحمد للہ کہ ہمارے مکتب میں معارف الہی کے ذخائر بہت زیادہ ہیں اور کسی بھی قسم کی کمی قابل تصور نہیں ہے، لیکن ہم نے ان معارف الہی کو کس حد تک مور استفادہ قرار دیا ہے اور کس قدر اس کو بروئے کار لائے ہیں شہید مطہری اس کے بارے میں اپنی گرانقدر کتاب ”سیری در نہج البلاغہ“ میں فرماتے ہیں کہ ہم شیعوں کو اس بات کا اعتراف ہونا چاہئے کہ ہم جن کی پیروی کادم بھرتے ہیں ان پر دوسروں سے زیادہ ظلم یا کم از کم کوتاہی ہم نے تضرور کی ہے، بنیادی طور پر ہماری کوتاہیاں ہی ظلم ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کو ہم نے یا تو پہچانا ہی نہیں یا پہچاننے کی کوشش نہیں کی۔ ہماری زیادہ تر کوششیں حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نبی اکرم (ص) کے اقوال کی تحقیق یا پھر جن لوگوں نے ان کے اقوال سے چشم پوشی کی ہے، پرسب و ستم اور برا بھلا کہنے میں صرف ہوتی ہے۔ خود حضرت کی واقعی اور عینی شخصیت کے بارے میں ہم نے کوئی کام نہیں کیا ہے اور اسی طرح باقی آئمہ معصومین کی شخصیات کو اور ان کی تعلیمات کو اب تک نہیں پہچانا ہے کب تک ہم خواب غفلت میں رہیں گے؟ کب ہم بیدار ہو جائیں گے؟ کیا ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ جس طرح ہم ہیں؟ ہرگز نہیں کیوں کہ ہم تعلیمات اسلامی سے بہت دور ہیں۔

جمال الدین افغانی فرماتے ہیں ”اگر ہم مغرب کو اسلام سے آشنا کروانا چاہتے ہیں تو ہم ان کو بتادیں کہ ہم صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہیں، ہم جغرافیائی مسلمان ہیں تاکہ وہ لوگ ہمارے گھروں اور شہروں میں آکر یہ ظلم و ستم نا انصافیاں، فحشاء اور منکرات دیکھ کر اسلام سے متنفر نہ ہو جائیں“ اگر ہمیں حقیقی زندگی گزارنی ہے تو ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات اور اہل بیت کی فرمائشات پر عمل پیرا ہو جائیں اور اسی میں ہماری نیک بختی اور سعادت پوشیدہ ہے حقیقتاً آئمہ معصومین کی تعلیمات اور فرمائشات میں حیات ہے۔ اس حیات کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب ہم فرمائشات معصومین کو قولا و فعلا اپنائیں گے ان ہی کے ذریعہ سے ہم صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

ہمارے رئیس مذہب امام جعفر صادق علیہ السلام کی فرمائشات بہت زیادہ ہیں لیکن میبصر صرف چند فرمائشوں پر اکتفا کروں گا اور روایت میں لکھنے جا رہا ہوں اس کے ہر جملے میں دریائے بیکراں سمو یا ہوا ہے، اس روایت کا زیادہ تعلق ان افراد کے ساتھ ہے جو در حال حاضر علوم دین اور معارف اہل بیت کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں کیونکہ وہ ایسے ہدف کے متلاشی ہیں جس کے حصول میں زیادہ ذمہ داریاں ہیں اگرچہ روایت ایک خاص شخص کے بارے میں ہے لیکن امام صادق علیہ السلام کے فرامین اور احکام کسی خاص شخص کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ احکام و فرامین سب کے لئے ہیں جن پر عمل پیرا ہونا سب پر واجب ہے خاص کر طلاب علوم دینی

پر جو معارف الہی کے حصول میں مشغول ہیں۔

عنوان بصری جو مالک بن انس کے پاس آتا جاتا تھا کہتا ہے کہ جب امام صادق علیہ السلام بمائے شہر میائے تومیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا کیونکہ میں دوست رکھتا تھا کہ کسب فیص کروں، ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں ایسا شخص ہوں جس کے پاس لوگوں کی آمدورفت زیادہ ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود میں دن رات میں خاص ورد اور اذکار بجالاتا ہوں تم میرے اس کام میں رکاوٹ بنتے ہو، تم پہلے کی طرح مالک بن انس کے پاس جایا کرو، میں آپ کی اس طرح کی گفتگو سے افسردہ اور غمگین ہوا اور آپ کے یہاں سے چلا گیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر امام مجھ میں کوئی خیر دیکھتے تو مجھے اپنے پاس بلاتے اور اپنے آپ سے محروم نہ کرتے۔ میں رسول کی مسجد میں گیا، اور آپ پر سلام کہا، دوسرے دن بھی رسول کے روضے پر گیا اور رکعت نماز پڑھی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ اے میرے خدا، میرے لئے امام صادق علیہ السلام کادل نرم کرے اور اس کے علم سے مجھے وہ عطا کرے جس کے ذریعہ میں صراط مستقیم کی طرف ہدایت پاؤں۔ اس کے بعد اس غمگین اور اندوہ ناک حالت میں گھر لوٹ آیا اور مالک بن انس کے یہاں نہیں گیا کیونکہ میرے دل میں امام صادق علیہ السلام کی محبت پیدا ہو چکی تھی بہت مدت سوائے نماز کے میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا یہاں تک کہ میرا صبر ختم ہو چکا اور ایک دن امام صادق علیہ السلام کے دروازے پر گیا اور اندرجانے کی اجازت طلب کی، آپ کا خادم باہر آیا اور پوچھا کہ تجھے کیا کام ہے؟ میں نے کہا کہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں اور سلام کرنا چاہتا ہوں، خادم نے جواب دیا کہ آقا محراب عبادت میں نماز میں مشغول ہیں اور وہ واپس گھر کے اندر چلا گیا اور میں آپ کے گھر کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ وہ خادم دوبارہ لوٹ آیا اور کہا کہ اندر آ جاؤ، میں گھر میں داخل ہوا اور آنحضرت پر سلام کیا اور آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، خدا تجھے مورد مغفرت قرار دے، میں آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا، آپ نے اپنا سر مبارک جھکایا اور بہت دیر کے بعد اپنا سر بلند کیا اور فرمایا: تمہاری کنیت کیا ہے؟ میں نے عرض کی ابو عبد اللہ، آپ نے فرمایا: خدا تجھے اس کنیت پر ثابت رکھے اور توفیق عنایت کرے۔ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے اپنے کہا کہ اگر اس ملاقات میں سوائے اس دعا کے جو آپ نے فرمائی ہے اور کچھ فائدہ بھی حاصل نہ ہو تو یہ بھی میرے لئے بہت قیمتی اور ارزش مند ہے میں نے عرض کی کہ میں نے خدا سے طلب کیا ہے کہ خدا آپ کے دل کو میرے لئے مہربان کر دے اور میں آپ کے علم سے فائدہ حاصل کروں کہ خداوند نے میری یہ دعا قبول کر لی ہوگی۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ”اے ابو عبد اللہ! علم پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ علم ایک نور ہے جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے، پھر فرمایا پس اگر تم علم حاصل کرنا چاہو تو پہلے اپنے اندر حقیقت بندگی طلب کرو اور علم کو اس لئے سکیھوں کہ اس سے کام لو اور اللہ سے سمجھ کی دعا کرو تاکہ وہ حقائق کو تم پر ظاہر کرے۔ حقیقت عبودیت کی تفسیر میں تین صورتوں کے تصور کو امکان میں لایا جاسکتا ہے:

- ۱۔ ممکن ہے کہ جملے کا مفہوم یہ ہو کہ علم کی فکر سے پہلے بندگی کی فکر میں رہو۔
 - ۲۔ عبودیت کی حقیقت کو اپنے اندر تلاش کرو یہ مفہوم بہت غور طلب، اور امیر المومنین سے منسوب شعر کی طرف توجہ دلاتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں ”دواؤک فیک و ما تشعر و دائک منک وما تبصر“۔
- بہر حال بنی نوع انسان فطرتاً کمال کا لدادہ ہے اور اسے محبوب کی تلاش رہتی ہے عبودیت کا خمیر انسان کے وجود میں مخفی و مستور ہے حضرت سید الساجدین علیہ السلام ”صحیفہ سجادیہ“ کی پہلی دعائیں ارشاد فرماتے ہیں ”خداوند نے بندوں کو اپنی محبت عطا کی ہے“ یعنی بندے فطری طور پر خدا دوست ہی جہاں تک ہوسکے ہوی و ہوس کو دور رکھو، نفس امارہ کی مخالفت کرو تاکہ گوہر مخفی (حب الہی) فعلیت میں آئے اور

تمہارے اندر تشنگی میں حقیقت ظہور پیدا ہو۔

عنوان بصری کہتا ہے کہ اے شریف! تو آپ نے فرمایا: اے ابو عبد اللہ، کہو، میں نے کہا: ما الحقیقة العبودیة؟ بندگی کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بندگی کی حقیقت تین چیزوں میں ہے۔

۱۔ بندہ اس چیز کو کہ جو خداوند عالم نے اسے دیا ہے اپنی ملکیت نہ سمجھے کیونکہ بندہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوا کرتا بلکہ مال کو اللہ تعالیٰ کامال سمجھے اور اسی راستے میں کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے خرچ کرے۔

۲۔ اپنے امور کی تدبیر میں اپنے آپ کو ناتوان اور ضعیف سمجھے۔

۳۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اوامر و جلالانے میں مشغول رکھے اگر بندہ اپنے آپ کو مال کا مالک نہ سمجھے تو پھر اس کے لئے اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا آسان ہو جائے گا اور اپنے کاموں اور امور کی تدبیر و نگہداری خدا کے سپرد کر دے تو اس کے لئے مصائب کا تحمل کرنا آسان ہو جائے گا اور اگر بندہ خدا کے احکام کی بجاوری میں مشغول رہے تو اپنے قیمتی اور گرانقدر وقت کو فخر و مباہات اور یاکاری میں خرچ نہیں کرے گا اگر خدا اپنے بندوں کو ان تین چیزوں سے نواز دے تو اس کے لئے دینا اور شیطان اور مخلوق آسان ہو جائے گی اور وہ اس صورت میں مال کو زیادہ کرنے اور فخر و مباہات کے لئے طلب نہیں کرے گا اور چیز لوگوں کے نزدیک عزت اور برتر شمار ہوتی ہے اسے طلب نہیں کرے گا اور یہ تقویٰ کا پہلا درجہ ہے، میں نے عرض کیا کہ اے امام مجھے کوئی وظیفہ اور دستور عنایت فرمائیں تو آپ نے فرمایا ”میتجھے نو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں اور یہ میری وصیت اور دستور العمل ہر اس شخص کے لئے ہے جو حق کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے اور میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ خدا تجھے ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ تین چیزیں نفس کی ریاضت کے لئے ہیں اور تین دستور العمل بردباری کے لئے اور تین دستور العمل علم کے بارے میں ہیں۔ تم انہیں حفظ کر لو اور خبرداران کے بارے میں سستی نہ کرو“ عنوان بصری کہتا ہے کہ میری تمام توجہ آپ کی فرمایشات کی طرف تھی آپ نے فرمایا: ”وہ تین چیزیں جو نفس کی ریاضت کے لئے ہیں:

۱۔ خبردار رہو کہ جس چیز کی طلب اور اشتہان ہو اسے مت کھاؤ۔

۲۔ جب تک بھوک نہ لگے کھانا نہ کھاؤ۔

۳۔ جب کھانا کھاؤ تو حلال و کھانا کھاؤ اور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔ آپ نے اس کے بعد رسول اللہ کی حدیث نقل کی اور فرمایا کہ انسان برتن کو پر نہیں کرتا مگر شکم پر کرنا اس سے بدتر ہوتا ہے اور اگر کھانے کی ضرورت ہو تو کا ایک حصہ کھانے کے لئے اور ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ سانس لینے کے لئے قرار دے۔

۱۔ وہ تین دستور العمل جو حلم کے بارے میں ہیں وہ یہ ہیں ۱۔ جو شخص تجھ سے کہے کہ اگر تونے ایک کلمہ مجھے سے کہاتو میں تیرے جواب میں دس کلمے کہوں گا تو اس کے جواب میں اگر تونے دس کلمے مجھے سے کہے تو اس کے جواب میں مجھ سے ایک کلمہ نہیں سنے گا۔ ۲۔ جو شخص تجھے برا بھلا کہے تو اس کے جواب میں کہہ دے، کہ اگر تم سچ کہت ہو تو خدا مجھے معاف کر دے اور اگر جھوٹ بول رہے تو خدا تجھے معاف کر دے۔ جو شخص گالیاں دینے کی دھمکی دے تو تم اسے نصیحت اور دعا کا وعدہ کرے۔

۲۔ وہ تین دستور العمل جو علم کے بارے میں ہیں وہ یہ ہیں الف) جو کچھ نہیں جانتے ہو اس کا علماء سے سوال کر لیکن توجہ رہے کہ تیرا سوال کرنا امتحان اور اذیت دینے کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔
ب) اپنی رائے پر عمل کرنے سے پرہیز کرو اور جتنا کر سکتا ہے احتیاط کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو۔

ج۔ اپنی رائے سے (بغیر کسی مدرک شرعی کے) فتویٰ دینے سے پرہیز کرو اور اسے سے اس طرح بچ کہ جیسے پہاڑ دینے والے شیر سے بچتا ہے اپنی گردن کولوگوں کے لئے پل قرار نہ دے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب اٹھ کر چلے جاؤ، بہت مقدار میں، میں نے تجھے نصیحت کی ہے اور میرے ذکر کے بجالانے میں زیادہ مزاحم اور رکاوٹ نہ بنو کیونکہ میں اپنی جان کی قیمت کا قائل ہوں اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے 2 علامہ و عارف کامل قاضی طباطبائی فرماتے ہیں کہ حدیث عنوان بصری کو لکھے اور اس پر عمل کریں اور ہمیشہ اس کو ساتھ رکھیں اور ہفتہ میا یک دوبار اس کا مطالعہ کریں۔

1. شرح اصول کافی در مقدمہ

2. بحار الانوار، علامہ مجلسی ج ۱ ص ۲۲۴-۲۲۶